۸۲۳۸
21589

استفتاء

حضرت مفتی صاحب زکوٰۃ کے ایک مسئلہ کے بارے میں رہنمائی درکار ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے قرض کو زکوٰۃ سے منہا کرنے کے بارے میں فقہی مقالات میں یہ تفصیل لکھی ہے کہ وہ قرض جو ضرورت کی غرض سے ہوں ان کو تو زکوٰۃ کا حساب کرتے وقت منہا کیا جائے گا اور اگر تجارت کی غرض سے ہوں اور اس سے قابلِ زکوٰۃ اثاثے خریدے ہوں تو اسے بھی قرض سے منہا کیا جائے گا، لیکن اگر تجارت کی غرض سے لیے ہوئے قرض سے ایسے اثاثے خریدے ہوں جو کہ قابلِ زکوٰۃ نہ ہوں تو ایسے قرضوں کو منہا نہیں کیا جائے گا۔ حالانکہ فقہاءِ کرام کی عام عبارات میں لکھا ہے کہ وہ قرض جو من جہت العباد ہو اس کو منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اس میں یہ تفصیل نہیں کی گئی کہ وہ قرض ضرورت کی غرض سے ہو تو منہا ہو گا تجارتی قرض اوپر ذکر کردہ تفصیل کو مد نظر رکھتے ہوئے منہا نہیں ہو گا۔ تجارتی قرض کا لین دین جیسے اب ہے اسی طرح آپ ﷺ کے دور میں بھی تجارت کی غرض سے قرض کے لین دین کا معاملہ ہوتا تھا، اگر ضرورتی و تجارتی قرض میں کوئی فرق ہوتا تو فقہاءِ کرام اس کی ضرور تفصیل کرتے، لیکن تتبع و جستجو کے باوجود اس میں وجہ فرق نہ مل سکا۔

سوال یہ ہے ان دو قرضوں کو منہا کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں وجہ فرق کی بنیاد کیا ہے اور فقہاء کرام کی کن عبارات میں اس وجہ فرق کو واضح کیا گیا ہے؟

دار الافتاء
نمبر ۶۵/۲۰۹۰
دار العلوم کراچی

مستفتی: عمار یاسر شاہ صادق آباد
03006795752

واپسی کا پتہ: دار الافتاء صادق آباد نزد بسم اللہ اسکول
تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان

(جواب منسلک ہے)

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے تجارتی قرضے جن سے ناقابلِ زکوٰۃ اثاثے خریدے گئے ہوں اُن کو زکوٰۃ کے نصاب سے منہا نہ کرنے کا قول حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ دَین کا مانعِ زکوٰۃ ہونا ائمہ اربعہؒ کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے، بلکہ اس میں فقہاءِ کرامؒ کے مختلف مذاہب ہیں۔ متقدمین فقہاءِ حنفیہؒ کے نزدیک دَین بہر صورت مانعِ زکوٰۃ ہے، جبکہ متعدد مشائخ حنفیہؒ کے نزدیک دینِ مؤجل کے علاوہ باقی تمام دیون (قرضے) منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ لیکن حضرت امام شافعیؒ کا قولِ جدید یہ ہے کہ دَین مطلقاً مانعِ زکوٰۃ نہیں ہوتا۔ آجکل صورتحال یہ ہے کہ بعض بڑے بڑے سرمایہ دار اپنے موجود اثاثوں سے کہیں زیادہ مقدار میں بینکوں/اداروں وغیرہ سے قرضے لیتے رہتے ہیں، اُن قرضوں کی مجموعی مقدار اُن کے قابلِ زکوٰۃ اثاثوں سے ہمیشہ بڑھی رہتی ہے، وہ ان پیسوں سے بڑے بڑے معاشی فوائد حاصل کرتے ہیں اور یہ رقم اُن کے پاس جامد نہیں رہتی، بلکہ گردش میں رہتی ہے، جسے فقہاءِ کرامؒ کی اصطلاح میں بالفعل مالِ نامی کہا جاتا ہے۔ اب اگر زکوٰۃ کے عام اصول کے مطابق اُن کے قرضوں کو قابلِ زکوٰۃ اثاثوں سے منہا کیا جائے تو مالدار ہونے کے باوجود اُن پر کبھی زکوٰۃ فرض نہ ہو، بلکہ ایسی صورتیں بھی ہوسکتی ہیں کہ وہ خود مستحقِ زکوٰۃ بن جائیں، اور یہ مقاصدِ شریعت کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے بدلتے ہوئے حالات کے پیشِ نظر ایسے قرضوں کے بارے میں حضرت امام شافعیؒ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ اگر اُن سے ناقابلِ زکوٰۃ اثاثے خریدے جائیں تو اُن قرضوں کو منہا نہیں کیا جائے گا۔ (اس مسئلہ کی تفصیل حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم نے اپنی ایک مفصل تحریر میں بیان فرمائی ہے، برائے ملاحظہ اس کی کاپی منسلک ہے۔)

حاشیۃ ابن عابدین - (۲/۲۶۱)

(قوله أو مؤجلا إلخ) عزاه في المعراج إلى شرح الطحاوي، وقال: وعن أبي حنيفة لا يمنع. وقال الصدر الشهيد: لا رواية فيه، ولكل من المنع وعدمه وجه. زاد القهستاني عن الجواهر: والصحيح أنه غير مانع

المهذب في فقه الإمام الشافعي للشيرازي - (۱/۲۶۴)

وإن كان له ماشية أو غيرها من أموال الزكاة وعليه دين يستغرقه أو ينقص المال على النصاب ففيه قولان: قال في القديم: لا تجب الزكاة فيه لأن ملكه غير مستقر لأنه ربما أخذه الحاكم بحق الغرماء فيه وقال في الجديد: تجب فيه الزكاة لأن الزكاة تتعلق بالعين والدين يتعلق بالذمة فلا يمنع أحدهما الآخر كالدين وأرش الجناية.

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

محمد حذیفہ عفا اللہ عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۹/ذوالقعدہ۔۱۴۴۰ھ

۱۳/جولائی۔۲۰۱۹ء

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفر اللہ

۱۰/۱۱/۱۴۴۰ھ

14-07-2019 ش

مفتی

دار الافتاء

فتویٰ نمبر ۶۵/۲۰۹

Scanned by CamScanner